جس دعوت کے میدان میں ہمیں جھونکا گیا ہے وہ اسلام کی اشاعت کا میدان ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کی:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝٤٦ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝٤٧ (الاحزاب: 46، 47)

فرمایا:

اے نبی ﷺ ہم نے تجھے نگران بنا کر بھیجا ہے وَّمُبَشِّرًا اور خوش خبری دینے والا وَّنَذِيرًا اور ڈرانے والا وَّدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ اور اللہ کی طرف سے داعی، داعی الی اللہ، اس کے حکم کے ساتھ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا اور ایک روشن سورج۔ یہ وہ صفات حسنہ ہیں جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی بیان ہوئیں اور ان صفات کا جو مرکزی نکتہ ہے وہ نور ہی ہے اور غرض دعوت الی اللہ ہے تو وہ صفات حسنہ جو نور کے گرد گھوم رہی ہیں یا نور کی تشکیل کر رہی ہیں اور مقصد دعوت الی اللہ ہے یہ مضمون ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا گیا اور چونکہ یہ جو نور کے مضامین کا سلسلہ ہے میں آج کے خطبے میں سردست اس کو ختم کر کے پھر دوسرے مضامین کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہوں اس لئے یہ آیت میں نے عنوان بنائی ہے آج کے خطبہ کی کیونکہ نور کے تعلق میں سب سے زیادہ ضرورت ہمیں دعوت الی اللہ کے لئے پیش آرہی ہے اور کوئی دعوت الی اللہ کی سکیم دنیا میں کامیاب ہو ہی نہیں سکتی جب تک دعوت الی اللہ کرنے والا نور سے کچھ حصہ پائے ہوئے نہ ہو۔

جو نور سے حصہ پاتا ہے اور پھر دعوت الی اللہ، اللہ کے اذن سے کرتا ہے وہی ہے جو کامیاب

بنایا جاتا ہے، وہی ہے جس کی دعوت کے کچھ معنی ہیں۔ ورنہ ایسے دعوت الی اللہ کرنے والے بھی دنیا میں بے شمار ہیں بلکہ اکثریت میں ہیں جو دعوت تو کرتے ہیں مگر بے نور اور بے اذن۔ نہ ان کو خدا نے اس دعوت کا اذن دیا نہ اس نور سے ان کا ماحول، ان کا دل، ان کا سینہ اُجالا کیا گیا جس نور کے بغیر خدا کی طرف بلانا بے معنی ہے۔ اس مضمون کا سب سے پہلا نکتہ جو سمجھنے کے لائق اور دل میں بٹھا دینے کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نور بلکہ وراء النور ہے اور ہر پردہ خدا کا ایک نور کا پردہ ہے۔ اس کی طرف دعوت دینے والا اگر اندھیرا ہو تو اس کو اس دعوت کا حق ہی نہیں پہنچتا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ کسی نے نور سے حصہ پایا ہو اور اس کا دل، اس کا سینہ اور اس کا دماغ، اس کی تمام صلاحیتیں روشن نہ ہوئیں ہوں۔ روشنی کا کچھ نہ کچھ پرتو تو اس کے اندر ہونا ضروری ہے اور اگر کسی کے پاس وہ روشنی ہے جو خدا سے ملتی ہے تو پھر وہ خدا کی طرف بلانے کا حقدار بنتا ہے۔ پھر اس کی دلیل اس کے ساتھ چلتی ہے اور اس کی سب سے بڑی دلیل اس کا نور ہے اور اس سے بہتر کوئی دعوت الی اللہ کی طرف بلانے کا اور نسخہ نہیں ہے اور کوئی طریق نہیں ہے کیونکہ ہر دوسرے طریق میں خامیاں ہیں اور نقصانات ہیں اور ایسی دعوتیں جھگڑوں اور فساد پر منتج ہوتی ہیں اور بسا اوقات دنیا میں دعوت الی اللہ ہی کے بہانے فسادات کئے جاتے ہیں۔ اس لئے مرکزی نکتہ یہی ہے کہ نور کے بغیر دعوت کا کوئی تصور نہیں۔ نور میسر ہو تو دعوت کا حق پہنچتا ہے مگر تب بھی لازم ہے کہ خدا کا اذن بھی ہو اور بغیر اذن کے کوئی دعوت نہیں ہے۔

پس اذن الٰہی کے نتیجے میں جس دعوت کے میدان میں ہمیں جھونکا گیا ہے وہ اسلام کی اشاعت کا میدان ہے۔ وہ اللہ کی طرف بلانے کا میدان ہے۔ مگر اس نور کی طرف جس کے بغیر خدا کی طرف سفر ممکن نہیں ہے یعنی سراج منیر کی طرف۔ سراج منیر جو سورج ہے وہ خود اپنی ذات میں خدا کا نور نہیں مگر خدا کے نور کا جو اس کے ماوراء ہے، پرلی طرف ہے، اس کا ایک چمکتا ہوا نشان ہے۔ ایسا پردہ ہے جو خود روشن ہو گیا ہے۔ پس جو سب سے زیادہ روشن پردہ خدا کا ہمیں اس دنیا میں دکھائی دیتا ہے وہ سورج ہے اور سورج کی طرف کا سفر ہی حقیقت میں ماوراء نور کی طرف کا سفر قرار دیا جا سکتا ہے۔ پس جیسے دنیاوی نظام میں سورج کی مثال ہے ویسا ہی روحانی نظام میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا وجود ہے جو خدا کے نور کا وہ پردہ ہے جس سے زیادہ روشن تر پردہ ہماری دنیا کے انسانوں کو دکھائی نہیں دیا، نہ دے سکتا ہے۔ وہ ایسا نور کا روشن پردہ ہے کہ جب ظاہر ہوتا ہے تو ہر نور

والا اس کے سامنے مٹ جاتا ہے نہ چاند کا وجود رہتا ہے، نہ ستارے چمکتے ہیں کوئی اور نور دنیا کا اس کے سامنے چمکنے کی مجال نہیں رکھتا۔ روشنیاں جو انسان بناتا ہے وہ بھی بجھ جاتی ہیں یا بجھا دی جاتی ہیں اگر نہیں بجھتیں تو نور دینا چھوڑ دیتی ہیں۔ پس یہ وہ نور ہے جس کی طرف ہم نے تمام دنیا کو بلانا ہے اور اسی کا ہمیں اذن دیا گیا ہے۔ ایسے نور کیسے پیدا ہوتے ہیں اور کیسے ہم اس نور سے حصہ پا سکتے ہیں اس مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات آپ کے سامنے رکھے تھے جو ابھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچے تھے یعنی جو اقتباسات میں نے چنے تھے ان کا مضمون جاری تھا۔ پہلے اقتباسات ہیں جو پچھلے خطبے میں، اس سے بھی پہلے آپ کے سامنے پڑھتا رہا ہوں ان کا مرکزی نقطہ نبوت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اصل نور اور کامل نور خدا کے کامل بندوں کو دیا جاتا ہے اور اس نور میں غیر نبی شریک نہیں ہے۔ انبیاءؑ کی ساخت ایسی ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ نے اس کامل نور کا محافظ اور امین بنانے کی خاطر پیدا فرمایا ہے۔ اس لئے ان کے اندر وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو نور کو اپنانے اور اس کو بغیر نفسی میل کے چمکا کر باقی دنیا کو دکھانے کی طاقت بخشتی ہیں، وہ صلاحیتیں ان کے اندر موجود ہیں اور اس نورِ وحی کو جو انبیاءؑ کے ساتھ خاص ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض مثالیں دے دے کر سمجھا رہے ہیں اور یہ واضح فرما رہے ہیں کہ یہ نور صرف نبیوں کے لئے ہے غیر نبی اس میں شریک نہیں ہوسکتا۔ یہ اقتباس جو بقیہ حصہ ہے میں آپ کے سامنے پڑھ کے سناتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

”وہی ہے جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانہ عدم سے باہر نکالا اور خلعتِ وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ جو فی حدّ ذاتہٖ واجب اور قدیم ہو۔“

کہ خود صرف ایک اللہ ہی کی ذات ہے جس نے انسان کو ظلمت خانہ قدیم سے باہر نکالا یعنی عدم کا نام ظلمت خانہ رکھا ہے فرمایا ہے خدا کے سوا ہر طرف تاریکی ہے یعنی عدم ہے اور وہی وجود ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ سے عدم سے وجود پیدا کرتا ہے اور عدم سے وجود میں آنا ایک نور کو چاہتا ہے کیونکہ عدم کو ظلمات سے تشبیہ دی ہے۔ پس ایک وہ نور ہے جو فطری نور ہر انسان کو، ہر وجود کو ملتا ہے اور اس میں درحقیقت انسان اور غیر انسان، زندہ اور مردہ کی کوئی تمیز نہیں ہے بغیر نور کے وجود کا تصور ہی ممکن نہیں کیونکہ ہر وجود نور سے عدم سے نکل کے وجود کی روشنی میں آیا ہے اس لئے جب وہ اندھیرے

سے نکل کے روشنی میں آیا ہے تو بغیر روشنی کے ہو ہی نہیں سکتا۔ پس وہ تمام صفات جن کو ہم مادی صفات کہتے ہیں وہ بھی نور رکھتی ہیں اور ان میں سے ہر صفت خدا تعالیٰ کے کسی نور کا پرتو ہے اور اس کے بغیر عدم ہے۔ پس جب وہ صفات مر جائیں تو کائنات عدم ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہاں زندگی اور موت کی وہ بحث نہیں ہے جس کا انسان سے یا دیگر حیوانوں سے تعلق ہے۔ یہاں زندگی اور موت کی وہ بحث ہے جس کا عدم اور وجود سے تعلق ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اول نور وہی ہے جس کے ذریعے عدم کو وجود میں تبدیل کیا گیا اور اس پہلو سے ہر موجود میں خدا تعالیٰ کا نور کسی رنگ میں ضرور چمک رہا ہے اور اگر نہیں ہے تو پھر وہ چیز نہیں ہے، کچھ بھی نہیں ہے۔

اس تفسیر میں فرماتے ہیں۔

”۔۔۔کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ جو فی حدّ ذاتہٖ واجب اور قدیم ہو۔ یا اس سے مستفیض نہ ہو۔ خاک اور افلاک۔۔۔“

یعنی اللہ سے استفادہ کئے بغیر کوئی نور یا وجود موجود ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ”خاک اور افلاک“ ان کو بھی اللہ کے نور کا مورد قرار دیا۔ پس یہ جو نور کی تفسیر بیان فرما رہے ہیں اس کا سفر لفظ خاک سے کیا ہے جس میں کوئی زندگی نہیں ہے اور افلاک یعنی زمین اور کائنات ساری۔

”۔۔۔اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔ یہ تو عام فیضان ہے جس کا بیان آیت اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور:36) میں ظاہر فرمایا گیا۔۔۔“

فرمایا یہ فیضان عام ہے جس کو اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں بیان فرمایا گیا۔

”۔۔۔یہی فیضان ہے جس نے دائرہ کی طرح ہر یک چیز پر احاطہ کر رکھا ہے جس کے فائز ہونے کے لئے کوئی قابلیّت شرط نہیں۔۔۔“

اس میں کسب کا کوئی دخل نہیں یہ رحمانیت کی جلوہ گری سے پیدا ہوتا ہے اسی لئے قرآن کریم نے رحمانیت سے خلق کو منسوب فرمایا۔ رحمانیت ہی سے انسان کا وجود ظہور پذیر ہوا ہے۔ رحمان ہی ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے وہاں خالق نہیں فرماتا اللہ تعالیٰ، رحمان فرماتا ہے کیونکہ رحمٰن کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی ہو اور اس سے فیض طلب کرے رحمٰن کے لئے ضروری نہیں ہے کہ کوئی

فیض کا مستحق وجود ہو۔ وجود نہ بھی ہو تو رحمان خدا، از خود اپنے کرم اس طرح نچھاور کرتا ہے جیسے خودرَو چشمے سے پانی ابلتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ کوئی پیاسا وہاں موجود ہے کہ نہیں ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ پانی کسی ایسی زمین تک پہنچتا ہے کہ نہیں، کہ وہ سیراب ہونے کا تقاضا کر رہی ہو۔ پس اس پہلو سے یہ فیضان عام ہے جس کو نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں فرمایا گیا۔ اس کا دوسرا نام رحمانیت ہے۔

”۔۔۔یہی فیضان ہے جس نے دائرہ کی طرح ہر ایک چیز پر احاطہ کر رکھا ہے جس کے فائز ہونے کے لئے کوئی قابلیّت شرط نہیں لیکن بمقابلہ اس کے ایک خاص فیضان بھی ہے جو مشروط بشرائط ہے اور انہی افراد خاصّہ پر فائض ہوتا ہے جن میں اس کے قبول کرنے کی قابلیّت واستعداد موجود ہے یعنی نفوس کاملہ انبیاء علیہم السلام پر۔۔۔“

۔۔۔تو جس نورِ عام کا ذکر خاک کے ذکر سے شروع فرمایا اب اس کا انتہائی مقام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرما رہے ہیں وہ وجود خاصہ ان افراد پر مشتمل ہے۔ جنہیں ہم انبیاء علیہم السلام کہتے ہیں۔

”۔۔۔جن میں سے **افضل اور اعلیٰ** ذات جامع البرکات **حضرت محمد مصطفیٰ** ﷺ ہے۔ دوسروں پر ہرگز نہیں ہوتا۔۔۔“

یعنی **محمد** رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے جو سب انبیاءؑ سے **افضل** جامع برکات ہے۔ اس گروہ کے سوا وہ نور ”دوسروں پر ہرگز نہیں ہوتا“ یعنی وہ نور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے وہ ان کے سوا کسی اور پر نازل نہیں ہوتا۔

”۔۔۔اور چونکہ وہ فیضان ایک نہایت باریک صداقت ہے اور دقائقِ حکمیّہ میں سے ایک دقیق مسئلہ ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے اول فیضانِ عام کو (جو بدیہی الظہور ہے) بیان کر کے پھر اس فیضانِ خاص کو بغرض اظہارِ کیفیت نور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ ایک مثال میں بیان فرمایا ہے کہ جو اس آیت سے شروع ہوتی ہے۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (النور:36)۔۔۔“

فرمایا چونکہ اصل غرض نور کی جلوہ گری کی جس کا آخری جلوہ پیدا کرنا تھا جو حضرت اقدس **محمد** رسول اللہ ﷺ کی ذات میں وجود میں آیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ شان دکھائی دیتی ہے کہ آغاز فرماتا ہے کائنات کا بے جان چیزوں سے، خاک سے، مادے سے، دنیا سے، زمین وآسمان

اور جو کچھ ان میں ہے ان کے ذکر سے اور پھر فرماتا ہے اور خدا کے نور کی مثال جو اعلیٰ مثال ہے، جو ارفع مثال ہے وہی ہے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اور یہاں آنحضرتﷺ مراد ہیں لیکن آپؐ کے متعلق فرمایا آپؐ منجملہ گروہ انبیاءؑ میں سے ہیں اور یہ جو نور کا عطا ہونا ہے اس نورِ روحی کا جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری درجہ کمال کی صورت میں پیش فرمارہے ہیں یہ انبیاءؑ کے سوا دوسروں کو نہیں ملتا۔ کوئی ان میں انبیاءؑ کا شریک نہیں ہے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں، میں کچھ حصے چھوڑ کر آپ کو وہ باتیں بتانا چاہتا ہوں جن پر اس مضمون کو میں ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرمایا:

”۔۔۔ ورنہ نور کے فیض کے لئے نور کا ضروری ہونا ایسی بدیہی صداقت ہے کہ کوئی ضعیف العقل بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔۔۔“

نور تو ملتا ہے انسان کو مادے کو بے جان چیزوں کو بھی ملا اور جتنا ان کے اندر ظرف ہے اتنا ہی آسمان سے نور اترتا ہے ان پر، اسی قدر ان کا تعلق اللہ جل شانہٗ کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اب انبیاءؑ کو جو نور ملا ہے وہ ان کے اندرونی نور کا مظہر ہے اور ان کے اندرونی نور سے ایک مناسبت رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں یہ تو ایک ایسی ظاہری سچائی ہے کہ ایک ضعیف العقل کو بھی معلوم ہو جاتی ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل اتنی روشن تھی کہ آپؑ کے معیار کے مطابق ایک ضعیف العقل کو بھی معلوم ہونی چاہئے مگر وہ دنیا والے جو نبی کے نور سے روشن نہ ہوں وہ قوی العقل بھی اس بات سے محروم ہیں بے چارے کیونکہ ان کے اندر وہ نور نہیں ہے جو نور کی باتیں سمجھ سکتا ہو۔ ”مگر ان کا کیا علاج“ اب ان کا ذکر بھی فرمارہے ہیں۔ ضعیف العقل کو بھی معلوم ہونا چاہئے مگر ضعیف العقل سے مراد ہے وہ عقل کی تعریف جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے وہ جن لوگوں پر صادق آتی ہے وہ تھوڑی عقل بھی رکھتے ہوں تو ان کو بھی پتا لگ جائے گا اس مضمون کا۔ مگر جہاں تک دنیا والوں کی باتوں کا تعلق ہے فرماتے ہیں۔

”مگر ان کا کیا علاج جن کو (اس) عقل سے (یعنی اس کا لفظ نہیں ہے مگر مراد یہ ہے اس عقل سے) کچھ بھی سروکار نہیں اور جو کہ روشنی سے بغض اور اندھیرے سے پیار کرتے ہیں اور چمگادڑ کی طرح رات میں اُن کی آنکھیں خوب کھلتی ہیں۔“

یعنی مذہب کے علاوہ بات ہو دنیاداری کے اندھیرے ہوں جن کا خدا سے تعلق وہ نہ باندھ

سکیں ان مضامین میں ان کی آنکھیں خوب کھل جاتی ہیں۔پس آنحضرت ﷺ کا دجال کو یک چشمی قرار دینا اور دائیں آنکھ کا کلیۃً اندھی اور بائیں بہت بڑی اور روشن، یہ اسی مضمون کی وضاحت کی خاطر تمثیل پیش کی گئی ہے کہ ان کا الٰہی نور سے کچھ بھی تعلق نہیں ہوگا گویا کلیۃً اندھے ہیں اور جہاں تک دنیا کے اندھیروں کا تعلق ہے خدا کے نور کے مقابل پر دنیا اندھیری ہے وہاں چمگادڑوں کی طرح ان کی آنکھیں خوب کھل جاتی ہیں اور بہت روشن ہو جاتی ہیں۔وہ کچھ دیکھنے لگتی ہیں جو نور سے دیکھنے والے کی آنکھ کو وہاں اندھیرے میں دکھائی نہیں دے رہا ہوتا۔تو یہ دو الگ الگ دنیائیں ہیں جن کی مثال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس طرح بیان فرمائی کہ جن کو اندھیروں سے پیار ہے چمگادڑ کی طرح رات کو ان کی آنکھیں خوب کھلتی ہیں۔

”لیکن روز روشن میں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔**خدا اپنے نور کی طرف**“

اور یہاں نور سے مراد قرآن شریف لیا گیا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا نور آنحضرت ﷺ کا بھی نام ہے اور قرآن کا بھی نام ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرمارہے ہیں کہ

”**خدا اپنے نور کی طرف** (یعنی قرآن شریف کی طرف) **جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور وہ ہر یک چیز کو بخوبی جانتا ہے**“

اس کے بعد پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”۔۔۔پس اس مثال میں جس کا یہاں تک جلی قلم سے ترجمہ کیا گیا ہے۔“

وہاں اصل عبارت میں وہ آیات جو ہیں اور مثال ہے اس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلی قلم سے ذکر فرمایا ہے تا کہ دیکھنے والا معلوم کرے کہ یہ مرکزی چیز ہے، بڑے قلم سے اس کو لکھا ہوا ہے لیکن یہ جو میرے سامنے تحریر ہے اس میں جلی قلم نہیں ہیں مگر میں آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ جلی قلم کے مضمون کا مطلب Underline ہے جو خاص طور پر Emphasized ایسی بات جس کو نمایاں روشن کر کے دکھایا گیا ہے، وہ کیا ہے۔فرماتے ہیں۔

”خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے دل کو شیشہ مصفّٰی سے تشبیہ دی“

یعنی دل کا جہاں تک تعلق ہے وہ شیشہ ہے جو بالکل پاک اور صاف ہو اس میں کوئی داغ نہ ہو۔

’’۔۔۔پھر آنحضرت ﷺ کے فہم وادراک وعقل سلیم اور جمیع اخلاق فاضلہ جبلّی وفطرتی کو ایک لطیف تیل سے تشبیہ دی‘‘

اب یہ آپ کو سمجھانا پڑے گا کیونکہ اس میں سے کچھ نہ کچھ سب نے اخذ کرنا ہے اگر سمجھ نہیں آئے گی تو پھر لیں گے کیا۔ایک چیز ہے دل۔دل نیتوں کی آماجگاہ ہے اور میلانات رکھتا ہے جو طبعاً ہر دل میں موجود ہیں۔اگر نیتیں بگڑیں تو دل اسی حد تک میلا ہوتا چلا جاتا ہے۔اگر میلانات غلط ہو جائیں تو وہ دل نور کی حفاظت کا اہل نہیں رہتا اور اس کے غلط استعمال کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔پس اس پہلو سے دل سے سفر کا آغاز فرمایا کہ دل، جہاں تک حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے آپؐ کا دل روشن اور مصفّٰی تھا کہ اس میں فطرتاً ہی کسی غیر اللہ کی طرف کوئی میلان نہیں تھا۔تکدر نہیں تھا۔یعنی غیر کا سایہ بھی آپؐ کے دل پر نہیں پڑا تھا۔کوئی خوف نہیں تھا جس نے آپؐ کے دل کو میلا کر دیا ہو۔پس لا حول و لا قوۃ کی یہ تفسیر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضور ﷺ کے دل کے تعلق میں بیان فرمائی۔کوئی خوف غیر اللہ کا آپؐ کے دل پر نہیں تھا، کوئی تکدّر نہیں تھا، کوئی محبت خدا کے سوا کسی اور چیز کی نہیں تھی۔یہ وہ دل ہے جو نور کی آماجگاہ بنانے کے لئے یعنی نور کامل کے اظہار کے لئے چنا گیا اور دوسری چیز اس کے لئے کیا ضروری تھی۔صرف دل کافی نہیں ہے۔وہ چیز یہ ہے۔فہم اور ادراک، عقل بھی ہونی چاہئے، باتوں کو صحیح سمجھنے کی صلاحیت بھی ہونی چاہئے۔محض نور اپنی ذات میں دل پر نازل ہو تو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچائے گا اگر اسے سمجھنے کی، اس نور کے باریک لطائف تک نظر پہنچانے کی استطاعت نہ ہو۔تو فرمایا اس کے بغیر کچھ بن نہیں سکتا پر آنحضرت ﷺ کو اس دل کے بعد ’’**فہم وادراک عقل سلیم**‘‘، عقل سلیم اس عقل کو کہتے ہیں جو تعصب سے پاک ہو کر سوچتی ہے۔جو کسی دلی خواہش یا کسی اور مقصد کی خاطر اپنے غور کو گندہ اور میلا نہیں کرتی بلکہ جب بھی غور کرے گی ہر رجحان، ہر میلان، ہر تعصب سے بلند ہو کر کرے گی اسے عقل سلیم کہا جاتا ہے۔فرمایا عقل سلیم عطا فرمائی گئی آپؐ کو اور ’’**جمیع اخلاق فاضلہ جبلّی وفطرتی**‘‘ وہ تمام اخلاق فاضلہ جو آپؐ کی بناوٹ سے تعلق رکھتے تھے یا اس پاک فطرت سے تعلق رکھتے ہیں جو ہر ایک کو دی جاتی ہے ان اخلاق فاضلہ کو اور اس عقل کو اس دل کے بعد ایک لطیف تیل سے تشبیہہ دی۔پس یہ عقل ہے جو دل میں وہ دیا روشن کرتی ہے جس دیئے کے روشن ہونے سے خدا کا نور پھیلتا ہے اور خدا کے نور کا شعلہ دل میں

جگمگانے لگتا ہے۔تو دل اگر برتن ہے تو اس کا پاک اور صاف ہونا ضروری ہے۔اس برتن میں چمکے گا کیا۔وہ تیل جلے گا جو انسان کی صفات حسنہ کا خلاصہ ہے۔اس میں اس کے تمام اخلاق فاضلہ شامل ہیں،اس کی عقل سلیم شامل ہے،اس کی فہم اور ادراک کی طاقتیں شامل ہیں۔یہ سب ہوں تو انہی کا نام خدا نے وہ تیل رکھا ہے جس کا بیان فرمودہ تمثیل میں ذکر ہے۔فرمایا:

''۔۔۔۔یہ **نورِ عقل** ہے (پہلا نور قلب تھا)۔کیونکہ منبع و منشاء جمیع لطائفِ اندرونی کا قُوّتِ عقلیّہ ہے''

ہر چیز کا منبع قُوّتِ عقلیّہ ہے۔یہ وہ تفسیر ہے جو مذہب کو Rationality یعنی عقلی تقاضوں کے ساتھ اس طرح ہم آہنگ کر دیتی ہے کہ اسلام کے متعلق یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ مذہبی عقائد ایک طرف کھڑے ہیں اور عقل دوسری طرف کھڑی ہے۔مذہبی نور بنتا ہی عقل کی آمیزش سے ہے اور عقل کی آمیزش نہ ہو تو مذہب میں کوئی نور باقی نہیں رہتا۔مگر عقل سلیم ہونی چاہئے۔ہر میلان سے پاک اور صاف ہونی چاہئے اور دل کی آماجگاہ ایسی روشن ہونی چاہے کہ وہ عقل کو دھندلا نہ دے اور کسی بیرونی بداثر کے نتیجے میں وہ نور اس سے باہر دکھائی نہ دے۔یعنی شیشہ میلا کر دیں گے تو نور اسی حد تک دھندلایا ہوا دکھائی دے گا یا اور میلا کر دیں گے تو دکھائی دینا ہی بند کر دے گا تو یہ نور عقل ہے۔

''کیونکہ منبع و منشاء جمیع لطائف اندرونی کا قُوّتِ عقلیّہ ہے''

قُوّتِ عقلیّہ کو تیز کرو گے تو تمہارے اندر لطائف جو ہیں وہ اور زیادہ چمکتے چلے جائیں گے۔

اب آپ دیکھ لیں کہ مثلاً ایک دوست ہے وہ خالص دوست ہے،اس کا مخلص ہونا اس کے دل سے تعلق رکھتا ہے مگر آپ کے کسی کام کا ہے بھی کہ نہیں اس کا تعلق اس کی عقل سے ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ بے وقوف دوست سے تو عقلمند دشمن بہتر ہے کیونکہ وہ کچھ مارے گا تو عقل سے مارے گا۔بے وقوف دوست تو اپنی طرف سے بھلائی کر رہا ہوگا وہاں پھینکے گا جہاں سے تمہارے لئے نجات کی کوئی راہ نہیں ملے گی۔تو حقیقت یہ ہے کہ عقل نیت سے تعلق نہیں رکھتی،نیت دل سے تعلق رکھتی ہے اور دوستی اور دشمنی کا تعلق دل سے ہے وہ اس کی آماجگاہ ہے۔عقل نہ ہو تو یہ دوستی کسی کام کی نہیں۔عقل نہ ہو تو انسان دشمنی بھی نہیں کر سکتا۔دشمنی بھی بھونڈے طریق پہ کرے گا اور بعض دفعہ وہ دشمنی اپنے اوپر الٹ پڑے گی۔تو جمیع لطائف جس کا انسان کی ذات سے تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ

والسلام فرماتے ہیں وہ عقل کے چشمے سے پھوٹتے ہیں۔ پس اپنی عقلوں کو صیقل کرو ورنہ تمھیں کچھ سمجھ نہیں آئے گی کہ نور ہے کیا؟ کیا پاؤ گے، کیسے سمجھو گے، جب تک عقل سلیم اور وہ ایک چمکتی ہوئی عقل جس کو ایک تیل سے تشبیہہ دی گئی ہے جب تک وہ تمہیں میسر نہیں آئے گی۔

پھر فرماتے ہیں۔

''پھر ان تمام نوروں پر ایک نور آسمانی جو وحی ہے۔ نازل ہونا بیان فرمایا۔ یہ **نورِ وحی** ہے۔''

یہ مکمل تصویر بنتی ہے۔ دل ہو تو ایسا ہو، عقل ہو تو ایسی ہو پھر اس پر وہ آسمان سے وحی کا نور اترے، پھر وہ شخص ہے جو دعوت الی اللہ کا مستحق بنتا ہے۔ تو نورِ وحی نے اذن کا کام کیا ہے۔ نورِ وحی کے بغیر اذن ہے ہی نہیں۔ نورِ وحی کے بغیر کسی کو اس کے پیچھے چلنے کی ہدایت بھی موجود نہیں ہے۔ فرمایا: فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (الحجر:30)۔

میں آدم کو ٹھیک ٹھاک کر لوں گا یعنی اس کو عقل بخش دوں، اس کا توازن پیدا کر دوں، اس کی صفات حسنہ کو متوازن بنا دوں پھر بھی تم نے اس کی پیروی نہیں کرنی۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ جب میرا اذن اس پر اترے، شعلۂ امر نازل ہو تب وہ اس لائق ہوگا کہ تم نے اس کی پیروی کرنی ہے، تب وہ داعی الی اللہ کے مقام پر کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر سب دنیا کو اس نور کی طرف بلاتا ہے جو اللہ تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

''۔۔۔یہی حقّانی اصول ہے جو وحی کے بارے میں قُدّوسِ قدیم کی طرف سے قانون قدیم ہے اور اس کی ذات پاک کے مناسب۔ پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ جب تک نورِ قلب و نورِ عقل کسی انسان میں کامل درجے پر نہ پائے جائیں تب تک وہ نورِ وحی ہرگز نہیں پاتا''

جب تک یہ دونوں نور کامل نہ ہوں یعنی اس کے اندر ظرف کے مطابق، کامل سے مراد ہر شخص کا اپنا ظرف ہے اس کو بھی دیکھنا ہوگا۔ تو مراد یہ نہیں ہے کہ ہر شخص کو ایک ہی جیسا نورِ وحی عطا ہوتا ہے۔ فرمایا اس کی ذات میں جو کچھ بھی صلاحیتیں ہیں جب وہ درجہ کمال کو پہنچ جائیں تب ان پر یہ شرط ہے کہ ان کے درجہ کمال پر پہنچنے کے بعد نورِ وحی نازل ہوگا ورنہ ہرگز نہیں۔ ایسا نور اس کو عطا نہیں ہوتا جو

ان صفات کو کمال تک نہ پہنچائے۔

”اور پہلے اس سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کمالِ عقل اور کمالِ نورانیّتِ قلب صرف بعض افرادِ بشریہّ میں ہوتا ہے کُل میں نہیں ہوتا۔اب ان دونوں ثبوتوں کے ملانے سے یہ امر بپایہءِ ثبوت پہنچ گیا کہ وحی اور رسالت فقط بعض افراد کاملہ کو ملتی ہے نہ ہر یک فردِ بشر کو“

(براہین احمدیہ حصہ سوم، روحانی خزائن جلد نمبر 1، صفحات 191 تا 198)

پس وحی اور رسالت کے مرتبے پر کھڑا کرنا کہ میرے اذن کے ساتھ آگے پیغام پہنچاؤ یہ ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا صرف انبیاءؑ کاملہ کو نصیب ہوتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم پھر دعوت الی اللہ کیسے کریں۔نہ ہماری عقل صیقل ہو، نہ درجہ کمال تک پہنچے۔نہ دل اتنا صاف اور پاک ہو کہ ہر دوسرے میلان سے بچا ہوا ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اور کسی کو یہ وحی کا درجہ نصیب ہی نہیں ہوتا۔تو ان اندھیروں میں ہم کس کی طرف بلائیں گے۔جو بے نور جھولیوں میں اندھیرے لئے پھرتے ہوں ان کو حق کیا ہے؟ ان کو تو اذن بھی نہیں ملا ، پھر یہ وہ الجھن ہے جسے میں دور کرنے کی خاطر اب اس اقتباس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پڑھ کے سناتا ہوں۔فرماتے ہیں۔

”پس گناہوں سے بچنے کے لئے اس نور کی تلاش میں لگنا چاہئے جو یقین کی کرّار فوجوں کے ساتھ آسمان سے نازل ہوتا اور ہمت بخشتا اور قوت بخشتا اور تمام شبہات کی غلاظتوں کو دھودیتا“

فرمایا تم سراج منیر تو نہیں بن سکتے مگر سراج منیر کا فیض تو پا سکتے ہو اور جب تک وہ فیض نہیں پاؤ گے تمہارے اندر یقین پیدا ہو ہی نہیں سکتا اور غلاظتیں صاف نہیں ہو سکتیں۔سب سے اچھا ذریعہ Disinfect کرنے کا سورج کی روشنی کے سامنے ڈال دینا ہے۔جیسے اعلیٰ پائے پر سورج کی روشنی Disinfect کرتی ہے یعنی جراثیم کی آلودگیوں سے پاک کرتی ہے ویسی کوئی اور چیز نہیں ہے۔اب دیکھ لیں کب سے کائنات وجود میں آئی ہے کب سے دنیا اپنی ان کیمیاوی ترقیات کے بعد اور حیات کی نشوونما کے بعد غلاظتوں میں ملوث ہوتی چلی جاتی ہے کیونکہ جہاں ایک طرف کسی غذا کا فیض پانا

ہو وہاں دوسری طرف اس غذا کی گندگی اور بدبودار صورت کا جسم سے نکالنا بھی ایک لازمی امر ہے۔ بیکٹیریا بھی کھاتے ہیں اور بیکٹیریا بھی اپنے فضلوں کو باہر پھینکتے ہیں۔تو اگر یہ سلسلہ جاری ہے کروڑہا سال سے تو یہ ساری دنیا غلاظتوں سے بھی بھر جاتی یہاں تک کہ بیکٹیریا کے لئے بھی سانس لینے کی جگہ باقی نہ بچتی۔ وہ کونسی طاقت ہے جو اس سارے نظام کو ازسرنو صحت بخشتی ہے ہر غلاظت کو دور کرتی ہے اور اس کی جگہ پاکیزگی پیدا کرتی ہے۔ یہ نظام شمسی ہے۔ سورج روز آتا ہے اور ساری رات کے گند دھو کر پھر دوسرے دن چلا جاتا ہے اور پھر دوبارہ آتا ہے اور پھر وہ اس کی صفائی کرتا ہے۔ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ سورج کی صفائی کا نظام کتنا وسیع ہے۔ کیسی کیسی شعاعیں اس میں موجود ہیں وہ کس کس چیز پر کیا اثر ڈالتی ہیں۔ مگر یہ امر واقعہ ہے کہ اگر سورج نہ نکلتا تو ساری دنیا گندگی سے بھر جاتی۔ پس آنحضرت ﷺ کو سراج منیر جو فرمایا گیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تم پر لازم ہے کہ شبہات کی غلاظتوں کو دھوؤ اور وہ تبھی ممکن ہے کہ روشنی کے سامنے نکلو اس سراج منیر سے فیض پاؤ جسے خدا نے تمہیں پاک صاف کرنے کے لئے بنایا ہے وہ کیا کرتا ہے۔

> ”آسمان سے نازل ہوتا ہے اور ہمت بخشتا ہے اور قوت بخشتا ہے اور تمام شبہات کی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے اور دل کو صاف کرتا اور خدا کی ہمسائیگی میں انسان کا گھر بنا دیتا ہے۔ پس افسوس ان لوگوں پر کہ بچوں کی طرح گرد وغبار میں کھیلتے اور کوئلوں پر لیٹتے ہیں اور پھر آرزو کرتے ہیں کہ ہمارے کپڑے سفید رہیں اور حقیقی نور کو تلاش نہیں کرتے اور پھر چاہتے ہیں کہ ظلمت سے نجات پاویں۔“

پس ہمیں کیا کرنا ہے ہمیں دنیا کو ظلمت سے نجات بخشنے سے پہلے اس الٰہی نور سے تعلق باندھنا ہے جس کو سراج منیر فرمایا گیا اور وہ اذن الٰہی سے چمکا ہے۔ اس سے اذن پائیں گے تو ہم بھی اذن کے مقام پر کھڑے ہوں گے۔ اگر اس سے اذن نہیں پائیں گے تو ہم بھی اذن کے مقام پر کھڑے نہیں ہوں گے۔ اذن کا مقام دو طرفہ مقام ہے۔ ایک طرف سے انسان اذن پاتا ہے اور دوسری طرف اذن جاری کرتا ہے اور آدم کو جو سجدے کی تعلیم دی گئی وہ یہی مضمون ہے جو بیان ہوا ہے کہ جب ہم نے اسے اذن دیا تو اسے صاحب اذن بھی بنا دیا اور پھر تمہیں مجبور کیا گیا کہ اس کو سجدہ کرو، اس کی اطاعت کرو اور یہ سجدہ بعض دفعہ طوعی ہوتا ہے، بعض دفعہ جبری ہوتا ہے طوعاً و کرھاً

جیسا کہ فرمایا ہے۔

اور یہ امر واقعہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے نور سے باشعور طور پر، آنکھیں کھول کر تعلق باندھتے ہیں اور اپنے اندر اس کی گرمی محسوس کرتے ہیں ان کی باتوں میں ایک ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ لوگ سنتے ہیں اور مانتے ہیں اور بعض دفعہ بڑے بڑے سرکش بھی اپنی گردنیں ان کی آواز کے سامنے جھکانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وہی دلائل جب کوئی دوسرا شخص دیتا ہے تو ان کے دل پر کوئی اثر نہیں کرتے پس یہ نور کی صفت ہے اور اس نور کی صفت ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اذن کے مقام پر فائز فرمایا ہے اور وہ سب سے اعلیٰ درجے کا نور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا نور ہے جو سراجاً منیراً بن کے چمکا۔ پس آج اگر کسی احمدی نے دعوت الی اللہ کا حق ادا کرنا ہے تو اس نور سے فیضیاب ہوئے بغیر وہ ہرگز اس حق کو ادا نہیں کر سکتا۔ وہ نور ہے جو اپنے دلوں میں سمانا پڑے گا۔ اس کی کچھ روشنی اپنے اخلاق میں ڈال کر اپنے اخلاق کو جگمگانا پڑے گا۔ جتنی جتنی روشنی تم پاؤ گے اتنا ہی تم صاحب نور ہوتے چلے جاؤ گے اتنا ہی تم خدا کی طرف بلانے کے حق دار بنتے چلے جاؤ گے ورنہ تمہیں یہ حق نصیب نہیں ہوگا۔

فرماتے ہیں

”حقیقی نور کیا ہے؟ وہ جو تسلی بخش نشانوں کے رنگ میں آسمان سے اترتا اور دلوں کو سکینت اور اطمینان بخشتا ہے“۔

پس ایک طرف فرمایا کہ وحی صرف ان کے لئے ہے جن کو انبیاءؑ کا مقام عطا کیا گیا ہے، زمرہ انبیاءؑ کہا جاتا ہے۔ دوسری طرف تعلق باللہ کی نفی نہیں فرمائی گئی، الہام کی نفی نہیں فرمائی گئی، اس وحی کی نفی نہیں فرمائی گئی جو وحی نبوت سے علاوہ ہے۔ پس بالکل یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ باقی سب بالکل کورے اور بے فیض ہی رہیں گے۔ نور سے آپ کا تعلق باندھنا ضروری ہے کیونکہ وحی مقام نور پر اترتی ہے خواہ وہ غیر نبی کی وحی بھی ہو وہ بھی مقام نور چاہتی ہے۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے فیضیاب ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ یہی آخری مقام ہے، آخری مقام کی طرف یہ تعلق لے کر جائے گا۔ آنحضرت ﷺ سے تعلق آپ کو اس مرتبے تک پہنچا دیتا ہے جہاں خدا کی توجہات اترتی ہیں جہاں خدا کا پیار نازل ہوتا ہے اور یہ توجہات اور یہ پیار انبیاءؑ کے لئے خاص نہیں بلکہ ہر انسان کو عطا ہوتی ہیں۔

”جو تسلی بخش نشانوں کے رنگ میں آسمان سے اترتا اور دلوں کو سکینت

اور اطمینان بخشتا ہے۔اس نور کی ہر ایک نجات کے خواہش مند کو ضرورت ہے۔‘‘

فرمایا کوئی بھی نجات کا خواہش مند ایسا نہیں جو اس نور کے بغیر گزارہ کر سکے اور یہ نور ہر ایک کو عطا ہو سکتا ہے مگر اس دور میں وساطت حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے بغیر نہیں عطا ہو سکتا۔

’’کیونکہ جس کو شبہات سے نجات نہیں اس کو عذاب سے بھی نجات نہیں۔جو شخص اس دنیا میں خدا کے دیکھنے سے بے نصیب ہے وہ قیامت میں بھی تاریکی میں گرے گا۔خدا کا قول ہے کہ مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى ‘‘(بنی اسرائیل:73)۔

یعنی اس کا مطلب ہے جو کوئی بھی اس دنیا کی زندگی میں اندھا ہوگا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہی اٹھایا جائے گا۔

’’اور خدا نے اپنی کتاب میں بہت جگہ اشارہ فرمایا ہے کہ میں اپنے ڈھونڈنے والوں کے دل نشانوں سے منور کروں گا۔‘‘

پس وحی اگر انبیاءؑ کے لئے مخصوص ہے تو وحی ءِ رسالت ہے جس کی بات حضرت مسیح موعودؑ فرما رہے ہیں۔دوسری وحی کی بہت سی اقسام ہیں جو نہ صرف یہ کہ ہم سب کو نصیب ہو سکتی ہیں بلکہ ہوتی ہیں اور اپنے ساتھ نشانات لے کر آتی ہیں اور ان کے بغیر ہمیں نور کو آگے پہنچانے کا حق ہی نہیں ملتا اذن ہی نصیب نہیں ہوتا۔تو بغیر اذن کے تبلیغ کرو گے تو اندھیروں سے اندھیروں کی طرف ہی بلاؤ گے کوئی بھی اس کا فائدہ نہیں ہے اور تمہاری تبلیغ میں برکت بھی کوئی نہیں ہوگی۔جو لوگ پیدا ہوں گے وہ ویسے ہی اندھیرے ہوں گے جیسے پہلے تھے۔پس وہ لوگ جو تعداد کی خاطر تبلیغ کرتے ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ انہوں نے دنیا کو کوئی بھی فیض نہیں پہنچایا۔جیسے سیاہ بخت پہلے تھے وہ لوگ ویسے ہی سیاہ بخت بعد میں رہے، نام بدل گئے۔کسی کو آپ نے غیر احمدی مسلمان سے احمدی مسلمان کہہ دیا کسی کو عیسائی سے مسلمان بنا دیا، کسی کو بت پرست سے اسلام کے دائرے میں لے آئے مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس کے نتیجے میں ان کو کوئی ایسی روشنی نصیب ہوئی ہے جو پہلے نہیں تھی۔اگر ہوئی ہے اور وہ وہ روشنی ہے جو آپ نے فیضان محمد ﷺ سے پائی تھی ﷺ تو پھر ان کو زندہ کرنے کے سامان پیدا کر دیئے۔پھر وہ نور جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اس میں پھر

طاقت ہے کہ آگے نشو ونما پائے مگر اس کا پہلا بیج بویا جانا لازم ہے اس کے بغیر از خود کوئی شخص اندھیروں سے روشنی کی طرف سفر نہیں کرسکتا۔ پھر فرماتے ہیں۔

''یہاں تک کہ وہ خدا کو دیکھیں گے''

یعنی فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''اور خدا نے اپنی کتاب میں بہت جگہ اشارہ فرمایا ہے کہ میں اپنے ڈھونڈنے والوں کے دل نشانوں سے منور کروں گا۔''

یہاں انبیاءؑ کی کوئی شرط نہیں ہے۔

''یہاں تک کہ وہ خدا کو دیکھیں گے اور میں اپنی عظمت انہیں دکھلا دوں گا یہاں تک کہ سب عظمتیں ان کی نگاہ میں ہیچ ہو جائیں گی''

یہ بھی ایک بہت اہم نکتہ ہے جس کا دعوت الی اللہ سے تعلق ہے وہ یہ ہے جن کی نظر میں خدا کے سوا اور عظمتیں ہیں ان کو وہ جرات اور وہ سربلندی نصیب ہی نہیں ہوتی جو خدا کی طرف سے نمائندہ بن کر کلام کرنے والے کو ہوتی ہے۔

کئی بار میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ تعالیٰ کی مثال دے چکا ہوں جن کا اسی مسجد فضل سے تعلق تھا جن کی ابتدائی کوششوں کے نتیجے میں یہ جگہ خریدی گئی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ یہ جاننے کے باوجود کہ آپ کو اپنے کپڑوں کی ہوش نہیں، جوتوں کی ہوش نہیں اور اپنی چیزیں جگہ جگہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں جب گورنر وغیرہ یا بڑی بڑی دنیاوی شخصیتوں کو کوئی پیغام دینا ہوتا تو چوہدری فتح محمد صاحب کو ہی بھجوایا کرتے تھے بلکہ بسا اوقات آپ کو بھجوایا ایک معین پیغام دے کر۔ اب کسی نے یہ دیکھا کہ چوہدری صاحب تو بالکل سادہ سے آدمی ہیں بعض دفعہ جاتے ہیں تو اپنے بچے کی چھوٹی شلوار پہن کر باہر نکل جاتے ہیں جو گھٹنے تک رہتی ہے صرف اور کوئی ہوش نہیں کہ میں نے کیا پہنا ہوا ہے یہ جب گورنر سے ملتے ہوں گے جا کے، تو پتا نہیں ان کے دل کا کیا حال ہوتا ہو گا، کس طرح یہ کانپتے ہوں گے اس کے سامنے، تو اس نے سوال کیا کہ آپ جاتے ہیں تو آپ کو کیا لگتا ہے بتائیں تو سہی۔ تو انہوں نے کہا لگتا کیا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ میرے سامنے پنجابی میں کہا ''کوئی چڑی دا بوٹ پیا ہوئے'' کہتے ہیں میں خدا کا نمائندہ، وہ دنیا کا نمائندہ مجھے کیا لگنا ہے اس کے سوا جیسے

سامنے چڑی کا بوٹ یعنی وہ بچہ جو ابھی انڈے سے نکلا ہے جس کے پَر و بال نہیں نکلے، مرغی کا بچہ نہیں فرمایا جو بڑا خوبصورت دکھائی دیتا ہے کیونکہ جتنا بے چارہ بے اختیار بچہ چڑی کا بوٹ ہے ویسا کوئی بچہ بے اختیار نہیں ہوتا۔ نہ بال، نہ شکل نہ صورت، وہ کچے گوشت کی بوٹ سی پڑی ہوتی ہے نہ کھا سکتا ہے نہ مدد کے بغیر ایک دن بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ گرمی بھی ماں سے پاتا ہے تو گرمی ملتی ہے ورنہ اس کی ذات میں کوئی گرمی بھی نہیں ہوتی حقیقت میں۔ فرمایا مجھے تو لگتا ہے کہ میرے سامنے چڑی کا بوٹ بیٹھا ہوا ہے تو یہ ہے وہ نور کی عظمت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں خدا کہتا ہے کہ میں اپنی عظمت انہیں دکھلا دوں گا یہاں تک کہ سب عظمتیں ان کی نگاہ میں ہیچ ہو جائیں گی۔

یہ مرتبہ اور مقام ہے داعی الی اللہ کا کہ ہر دوسری عظمت ہیچ ہو چکی ہو اور جو عظمت اس طرح جلوہ گر ہو کہ اس کے سامنے ہر عظمت ہیچ ہو جائے اس کی طرف بلانے کا آپ کو حق بھی ہے اور آپ کو طاقت بھی ہے اور آپ کی آواز میں دیکھیں کیسی شوکت پیدا ہو جائے گی۔

”یہی باتیں ہیں جو میں نے براہ راست خدا کے مکالمات سے بھی سنیں“

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں۔

”پس میری روح بول اٹھی کہ خدا تک پہنچنے کی یہی راہ ہے اور گناہ پر غالب آنے کا یہی طریق ہے۔ حقیقت تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم حقیقت پر قدم ماریں فرضی تجویزیں اور خیالی منصوبے ہمیں کام نہیں دے سکتے۔ ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا ہے۔ ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اس کے پُرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے اور ہمارا دل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتے ہیں“

یہ ہے بصیرت کی راہ جو داعی الی اللہ کے لئے ضروری ہے، فرماتے ہیں۔

”ہم نے اس نور حقیقی کو پایا جس کے ساتھ سب ظلماتی پردے اٹھ جاتے

ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آ جاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے“

(کتاب البریّہ مع آیات ربّ البریّہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 64،65)

یعنی اپنی کینچلی کو جب سانپ چھوڑتا ہے تو پھر کبھی اس کی طرف نہیں لوٹتا۔ بظاہر سانپ کی مثال تو بڑی بھیانک سی مثال ہے لیکن زندگی کی مثالوں میں اس سے بہتر مثال نہیں دی جاسکتی کہ کوئی ایسی حالت سے اس طرح باہر آ جائے کہ دوبارہ پھر کبھی اس طرف لوٹنے کا خیال بھی نہ کرے بے کار وجود کے طور پر پہلے وجود کو ختم کر دے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس نور کی طرف بلاتے ہوئے اس کی کامل مثال آنحضرت ﷺ کی صورت میں پیش فرماتے ہیں:

”وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔“

اب یہ جو اقتباس ہے یہ ہمارے جلسوں میں بسا اوقات اس لئے پیش کیا جاتا ہے کہ بہت پر شوکت کلام ہے اور فصاحت و بلاغت کے آسمان پر ایسا بلند اور ارفع چمک رہا ہے کہ حیرت کے ساتھ نظریں اٹھتی ہیں کہ کسی قلم میں یہ طاقت ہو کہ ایسا عظیم بیان کر سکے لیکن اسی ظاہری چمک میں ہی لوگوں کی آنکھیں الجھی رہتی ہیں آواز کی شوکت اور اس کے حسن میں ہی کان لگے رہتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ یہ وہ مضامین ہیں جن میں ڈوبے بغیر آپ کو ان مضامین سے کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ محض یہ دعویٰ کر دینا کہ فلاں میں تھا فلاں میں نہیں تھا۔ ایسے دعوے تو سب مذہب والے کرتے ہی رہتے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے کلام میں ادنیٰ درجہ بھی مبالغے کا وجود نہیں۔ جب آپؑ فرماتے ہیں تو سچ فرماتے ہیں اور حقیقت پر نظر رکھ کے جیسے سامنے دیوار پر لکھا ہوا دیکھ رہے ہوں اور اسے پڑھ رہے ہوں اس طرح آپ کے سامنے عرفان کے مضمون بیان فرماتے ہیں۔

”وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔۔۔“

اب ملائک میں کون سا نور ہے جو نہیں تھا۔ وہ نور سے پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی اس مضمون کو کھولا اور آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا

ہے جب کہ شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اس حدیث کی رسائی نہیں تھی ۔ نعوذ باللہ من ذالک ۔ آپؑ سمجھتے تھے کہ ملائکہ نور سے پیدا ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ عبارت سو فیصدی درست ہے اس میں ادنیٰ بھی شبہ کی گنجائش نہیں ۔ وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا وہ ملائک کو نہیں ملا اور وہ اعلیٰ درجہ کا نور اعلیٰ تھا۔ اس کا ثبوت خود حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے معراج نے ہمارے سامنے پیش کر دیا۔ ملائک میں سے اعلیٰ فرشتہ، سب سے اعلیٰ وجود روح القدس ہے اس سے اونچا فرشتوں کا وجود متصور نہیں ہوسکتا اور معراج کی شب جو عجیب روحانی کشف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو دکھایا گیا ایک ایسے مقام پر آپؐ پہنچے جہاں جبرائیلؑ کے پروں نے جواب دے دیا یعنی اس کی اڑان کی طاقتیں ختم ہو گئیں ۔ اس نے کہا اس سے آگے میں نہیں جا سکتا، تیرا مقام ہے تو آگے چل ۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہرگز کسی بھی زبان کی خوبصورتی کی خاطر کلام نہیں فرماتے ۔ یہ دل کی قوت سے جو نور صداقت پھوٹتا ہے وہ ہے جو کلام میں حسن پیدا کر رہا ہے۔ ادنیٰ بھی اس میں جھوٹ اور مبالغے کا شائبہ نہیں ۔

”یعنی انسانِ کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا“

اب نجوم کے اندر نور تو ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام خود بھی لکھ چکے ہیں کہ ہر چیز کا آغاز ہی نور سے ہوا ہے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ نجوم میں نور نہ ہو۔ مگر اس نور میں وہ زندگی نہیں وہ اعلیٰ مقاصد کے حصول کی صلاحیتیں موجود نہیں ہیں جو انسان کو اس کے درجہ کمال تک پہنچانے کی خاطر عطا کیا جاتا ہے۔

”قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا“

یعنی یہ نور جو ہیں قمر اور آفتاب کے یہ دنیاوی زندگی تو پیدا کر سکتے ہیں مگر دنیاوی زندگی پیدا کرنے کا جو مقصد ہے وہاں تک نہیں پہنچا سکتے کیونکہ وہ مقصد وہی اعلیٰ مضمون ہے، بالا مضمون ہے۔ یہ زندگی بے کار ہے اگر بالآخر خدا سے نہ جا ملے۔ تو اس کے لئے دنیا کا سورج نہیں سِرَاجًا مُّنِيْرًا چاہئے، اس کا نور اس سے اعلیٰ اور ارفع نور ہے۔ فرماتے ہیں یہ ظاہری باتوں میں بھی جو نور ہے وہ بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے نور کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور جو چھپے ہوئے نور ہیں خزانوں کی

صورت میں ان کی بھی کوئی حیثیت محمد رسول اللہ ﷺ کے نور کے مقابل پر نہیں۔فرماتے ہیں:

''قمر میں نہیں تھا۔آفتاب میں بھی نہیں تھا۔وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔وہ لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا۔صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں''

اب انسان سے مراد یہاں رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں، یاد رکھیں۔وہ تمام کامل وجود جن کے متعلق فرمایا وہ نور سے مرصع ہوتے ہیں ان پر وحی اترتی ہے یعنی منجملہ انبیاءؑ سب کو آپ کامل بیان فرما رہے ہیں۔

''یعنی انسان کامل میں۔جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ وارفع فرد ہمارے سید''

یعنی تمام کاملین میں سے سب سے اکمل۔تمام انبیاءؑ بلند ہیں مگر بلندتر ان سے۔سب سے بڑی شان والے ہیں مگر اس شان کا حامل جیسے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ان میں اور کوئی نہیں تھا۔

''اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے **سید و مولا سید الانبیاءؑ سید الاحیاء محمد مصطفیٰ ﷺ** ہیں۔سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی''

پس وہ جو درجہ کمال والے تھے وہ حسب مراتب ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ہم رنگ قرار پائے ہیں۔

''یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں''

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 160، 161)

یہاں اُمتِ محمدیہؐ کے لئے بھی ایک خوشخبری ہے۔اس کا ایک اشارہ سابقہ انبیاءؑ کی طرف بھی ہے اور ایک اشارہ آنے والے امت کے افراد کی طرف بھی ہے جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہوں یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے نور سے آپ منور ہونے شروع ہوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر بھی نور ضرور اترے گا اور آپ بھی اس مقام پر کھڑے ہوں گے کہ ایک طرف سے اذن الٰہی کے سامنے اپنا سر جھکا رہے ہوں گے اور دوسری طرف اذن الٰہی تمام دنیا کی گردنیں آپ

کے سامنے جھکا دے گا اور آپ کی آواز میں وہ قوت اور شوکت اور عظمت پیدا ہوگی جس کی دنیا کو انکار کی مجال نہیں رہے گی۔

خدا کرے کہ یہ دعوت الی اللہ کا نور ہماری آوازوں کو روشن کر دے اور ہم تمام دنیا کو محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے بھر دیں۔ اس مقصد کے ساتھ آپ اپنے بقیہ سال کے مہینوں میں محنت کریں۔ اگر پہلے کوئی اندھیرے تھے، کوئی اور نیتیں تھیں، کچھ اور نفس کی بڑائی کی تمنائیں تھیں تو ان سب کی گردنوں پر چھری پھیر دیں اور پاک اور صاف دل کے ساتھ اس میدان میں آگے بڑھیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین